تحریر : سید نفیس الحسینی

شیخ المشائخ

حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد و غازی، شیخِ طریقت

۱۲۰۹ھ ——————— ۱۲۹۵ھ

قطب العارفین غازیِ اسلام حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات نوراللہ مرقدہٗ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۹ھ ۱۷۹۴ء میں ہوئی۔ آپ تیرھویں صدی ہجری کے رجالِ عظیم میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ایک صاحبِ فیض و تاثیر شیخ خانقاہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک صاحبِ شمشیر و علم مجاہدِ اسلام بھی تھے۔ آپ کی حیاتِ مبارک جہاد بالسیف اور جہاد بالنفس کا عظیم الشان مرقع تھی۔

آپ امیر المومنین، امام المجاہدین، مجدد الاسلام حضرت سید احمد شہیدؒ (ش ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء) کے معاصرین میں سے تھے۔ ابتدا میں ان کے بعض خفیہ جنگی مشوروں میں بھی شریک رہے۔ حضرت سید صاحب کی شہادت کے بعد ان کی جماعت مجاہدین کے شانہ بشانہ فرنگی فوج سے برسرِ پیکار رہے۔ اور میدانِ جنگ میں اس کے دانت کھٹے کر دئیے جنگِ امبیلہ ۱۲۶۳ھ میں آپ کے کارہائے نمایاں تاریخِ حریت کا سنہری باب ہیں۔

حضرت اخوند صاحب حضرت خواجہ محمد شعیب تورڈھیری کے خلیفۂ اعظم تھے جنہوں نے ۱۲۳۰ھ میں سکھوں کی فوج سے لڑتے ہوئے میدانِ جہاد میں جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ لہٰذا ذوقِ جہاد و سرفروشی مرشد عالی مقام ہی سے پایا تھا۔ بعد میں حضرت سید احمد شہید کی صحبتِ بابرکت میسر آئی تو وہ سونے پہ سہاگے کا کام کر گئی۔

حضرت خواجہ محمد شعیب کی شہادت کے بعد آپ نے دریائے سندھ کے کنارے ایک چھوٹے سے گاؤں "بیلی" میں سکونت اختیار فرمائی۔ جو قلعہ ہنڈ کے پاس واقع تھا۔ مسلسل بارہ سال تک آپ وہاں زُہد و ریاضت میں مشغول رہے اسی زمانے میں حضرت سید احمد شہیدؒ کا ورودِ مسعود اس علاقے میں ہوا۔ حضرت اخوند صاحب بھی ان کے کمالات عرفانی سے متاثر ہو کر ان کے دامنِ صحبت سے وابستہ ہوئے حتیٰ کہ خاصانِ بارگاہ میں شامل ہو گئے۔ اور جہاد کے خفیہ مشوروں میں شریک ہونے لگے۔ خادے خاں رئیس ہنڈ بھی جو حضرت اخوند صاحب سے عقیدت رکھتا تھا حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں مخلصانہ حاضر ہونے لگا۔

جب حضرت سید احمد شہیدؒ نے سکھوں کے خلاف قلعہ اٹک پر حملے کا خفیہ پروگرام بنایا تو حضرت اخوند صاحب اس مشورہ میں شامل تھے۔ انہوں نے خان ہنڈ کو حضرت سید صاحب کا مخلص سمجھتے ہوئے یہ راز بتا دیا۔ لیکن خانِ ہنڈ بد طینت آدمی تھا۔ اس نے لالچ میں آکر سکھوں کو قبل از وقت خبردار کر دیا۔ اٹک کے جو مسلمان شہر اور قلعے کو مجاہدین کے حوالے کر دینے کی تیاریوں میں شریک تھے انہیں خوفناک سزائیں جھیلنی پڑیں اور پنجاب پر کامیاب اقدام کی سکیم ابتدائی مراحل ہی میں ناکام ہو گئی۔ حضرت اخوند صاحب خادے خان کی غداری سے ایسے بددل ہوئے کہ "بیکی" کی سکونت ترک فرما دی اور کسی دوسرے مقام پر چلے گئے۔ اور ایک عرصہ تک بالکل ہی گوشہ نشین رہے۔

۱۲۵۱ھ ۱۸۳۵ء میں حضرت اخوند صاحب نے امیر دوست محمد خان والیٔ کابل کے شانہ بشانہ شیخاں کے مقام پر سکھوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ اس جہاد کے بعد آپ وادیٔ سوات میں رونق افروز ہوئے اور موضع سپل بانڈی میں قیام فرمایا۔

۱۲۶۱ھ ۱۸۴۵ء میں سپل بانڈی کو چھوڑ کر آپ نے سیدو میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سیدو شریف میں مقیم ہونے کے بعد آپ کی شہرت صوبہ سرحد اور افغانستان کی حدود اور سرحدوں سے بھی آگے بڑھ کر ایران، عراق اور شام تک پہنچ گئی۔ دور دراز کے قبائلی علاقوں سے اب ہر قبیلے کے لوگ جوق در جوق سیدو شریف میں آنے لگے نہایت قلیل عرصہ میں آپ نے سوات کو جہل اور بدعت کی آلائشوں سے پاک کر دیا۔ اخلاقی اصلاح کا سلسلہ سوات میں شروع ہو گیا۔ (تاریخ سوات ص ۷۹)

تجدید دین اور پٹھانوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اخوند صاحب استبداد کے اس عالمگیر سیلاب کی تباہ کاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ جو انگریزی حکومت کے روپ میں سارے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے اب آزاد قبائلی علاقے کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ ۱۲۶۶ھ ۱۸۴۹ء میں جب انگریزوں نے پشاور پر بھی قبضہ کر لیا تو حضرت اخوند صاحب کو سوات اور ملحقہ علاقوں کے بچاؤ کی فکر دامن گیر ہوئی۔ آزادی اور تہذیب کے تحفظ کی خاطر آپ نے ایک مضبوط شرعی حکومت قائم کرنے کی کوششیں شروع کیں۔ چنانچہ مسلسل جدوجہد کے بعد آپ نے سوات اور بنیر کے عمائدین کا ایک اجلاس سیدو شریف میں طلب فرمایا۔ اس اجلاس میں دیر اور باجوڑ کے سرکردہ افراد بھی موجود تھے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

آپ لوگوں کو آنے والے خطرات سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ شرعی حکومت کا قیام

ایک وقتی ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ تو ایک قومی اور مذہبی فریضہ بھی ہے۔ برٹش افتدار کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم منظم اور متحد ہو جائیں۔ ہمیں اپنے خانگی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متحد ہونا چاہئے۔ اور دشمن کے مقابلے میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننا چاہئے۔ ان اغراض و مقاصد کے لئے ہمارے پاس حکومت شرعی سے عمدہ ذریعہ اور کوئی نہیں ہے جس کے ذریعے ہم متحد ہو کر اپنا تحفظ کر سکیں یاد رکھو! اگر اس موقع پر آپ لوگوں نے ذرا سی بھی غفلت کی تو پھر غلامی مقدر ہو چکی ہے۔ اور اس سیاہ دیو کا لقمہ بننے سے پھر ہم بچ نہیں سکتے۔ ہمیں اپنے اعمال اور کردار کو بالکل اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہئے۔ خداوند کریم ہمارے ساتھ ہے"

آپ کی تقریر ایسی مؤثر اور کارگر ثابت ہوئی کہ یوسف زئی خوانین اور عمائدین فوراً شرعی حکومت کے قائم کرنے کے لئے متفق ہو گئے۔

امیر شریعت کے انتخاب کا مسئلہ پیچیدہ تھا۔ ان لوگوں نے اخوند صاحب سوات کو خود یہ منصب سنبھالنے کو کہا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ عزیزو! میری جدوجہد اس مطلب کے لئے نہیں کہ میں خود امیر بن جاؤں چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے ضلع ہزارہ کے موضع ستھانہ کے سید اکبر شاہ صاحب کا نام پیش کیا۔ سید اکبر شاہ سے بھی یہ لوگ واقف تھے ان کی قابلیت اور خاندانی تقدس مسلّمہ تھی۔ سید اکبر شاہ مشہور صوفی بزرگ سید علی ترمذی مشہور پیر بابا کی نسل سے تھے۔ نیز ان کے دادا سید زمان شاہ بھی اپنے وقت کے مشہور صوفی اور عابد تھے۔ خاندانی خصوصیات کے علاوہ خود ان کی شخصیت بھی قبائل میں جانی پہچانی تھی۔ سید اکبر شاہ کافی عرصہ حضرت سید احمد بریلویؒ کے معتمد خصوصی رہ چکے تھے۔ لہٰذا ایک مدبر سیاست دان بھی تھے۔ چنانچہ سید اکبر شاہ[1] کو ہی امیر شریعت منتخب کیا گیا۔ صاحب

---

[1] سیرت سید احمد شہید میں اکبر شاہ صاحب کا تعارف حسب ذیل ہے۔

سید اکبر شاہ ابن سید شاہ گل ابن سید ضامن شاہ۔ سید علی ترمذی غوث بنیر اولاد میں سے تھے پکھلی اور ہزارے کا بڑا حصہ ان کے خاندان کا معتقد اور مخلص تھا۔ اور ان کی قرابتیں ہزارے کے سادات اور وہاں کے خوانین و رؤسا سے عام تھیں۔ یہ خاندان سخاوت، شجاعت، اخلاص و للہیت اور استقامت و استقلال میں سارے علاقے میں ممتاز تھا۔ سید صاحب اور ان کی دعوت و تحریک کے ساتھ اس خاندان نے آخر تک وفاداری اور شیفتگی اور ایثار و قربانی کا ایسا ثبوت دیا جس کی نظیر صوبہ سرحد کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ منظورۃ السعداء میں ہے۔

"اخلاقِ کریمہ ایں سادات خصوصاً سید اکبر شاہ بیرون از بیان است اخلاص و وفا از ابتدا (باقی اگلے صفحہ پر)

سوات نے خود سب سے اول سید اکبر شاہ کی بیعت کی موضع غالیگی کو دارالخلافہ قرار دیا گیا۔ اس طرح حضرت صاحب سوات کی جدوجہد سے سوات کی پہلی شرعی حکومت قائم ہوگئی۔

افسوس کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے صرف ایک سال پہلے ۱۸۵۶ء میں سید اکبر شاہ صاحب کی وفات پر شرعی حکومت ختم ہوگئی۔ ایک انگریز مصنف سر ہربرٹ ایڈورڈ لکھتا ہے۔

"اگر سوات کی شرعی حکومت اور مجاہدین قبائل کا سربراہ سید اکبر شاہ زندہ ہوتا تو ۱۸۵۷ء کی جنگ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔" (تاریخ سوات ص ۸۰ تا ۸۲)

جنگ امبیلہ ستھانہ حضرت سید احمد شہید اور ان کے مجاہدین کا اہم مرکز تھا اور سادات ستھانہ مجاہدین سے وابستہ تھے۔ انگریز، مجاہدین کے مراکز پنجتار، ستھانہ اور منگل تھانے کو تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے۔ جب سادات ستھانہ اور اتمان زیوں میں اختلاف پیدا ہوا اور سادات کے سرکردہ سید عمر شاہ شہید ہوئے تو سادات نے ملکا کو اپنا مرکز بنالیا۔ یہ مقام ستھانہ سے ۳۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ مجاہدین بھی ملکا کو محفوظ مقام سمجھ کر وہاں پہنچ گئے۔ مولانا عبداللہ امیر المجاہدین تھے۔ سید عمر شاہ کے بعد ان کے بھتیجے سید مبارک سادات ستھانہ کے قائد قرار پائے۔ اتمان زیوں نے انگریزی حکومت کو حالات سے باخبر کردیا۔ انگریزوں نے مجاہدین و سادات کے اس مرکز کو

حاشیہ بقیہ ص تا انتہا یکساں نمودند وقائع میں ہے:

سید اکبر شاہ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کا بیان کہاں تک کروں۔ جس نے ان کو دیکھا ہے اور ان کی صحبت اٹھائی ہے وہی خوب واقف ہے۔ کہ ایسا خوش صفت خندہ رو۔ کشادہ پیشانی حلیم الطبع سلیم المزاج سخی اور شجاع صاحب تدبیر، صاف دل، راست گفتار اور حضرت علیہ الرحمۃ کا مخلص بے ریا اور محب باوفا اور معتقد صادق کوئی رئیس اس ولایت میں نہ تھا۔

سید صاحب کی شہادت اور بالاکوٹ کے معرکے کے بعد پھر ستھانہ مجاہدین کی پناہ گاہ اور سارے ہندوستان میں جہاد و دعوت کا صدر مقام تھا۔ اور یہی سادات ستھانہ ان عالی حوصلہ مجاہدین اور غریب الوطن مہاجرین کے اعوان و انصار تھے۔ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ الخ (حاشیہ ص ۱۶۲)

سید موصوف چھ بھائی تھے۔ سید اعظم، سید عمر، سید عمران، سید اصغر، سید مدار یہ سب اور ان کی والدہ کلاں حضرت امیر المومنین سید احمد شہیدؒ سے تعلق بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ (سیرۃ احمد شہید ص ۱۶۶ مولفہ مولانا ابوالحسن علی ندوی)

تاخت و تاراج کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ادھر سادات اور مجاہدین نے بھی مل کر مدافعت کا پورا پورا انتظام کیا اور جہاد کا اعلان عام کر دیا۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد صہ ۵۵۵ بحوالہ کتاب یوسف زئی صہ ۴۲۵)

۱۲۸۰ھ ۱۸۶۳ء میں جب ضلع مردان کے جنوبی علاقوں میں انگریزی فوج نے نقل و حرکت شروع کی تو امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحب نے ضلع مردان کے سرکردہ خوانین کو خطوط لکھ کر اس خطرے سے خبردار کیا۔ اسی سلسلے میں ایک خط حضرت اخوند صاحب سوات کی خدمت میں بھی بھیجا گیا۔ جس میں آپ کی بزرگانہ عظمت اور دینداری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں فضیلت اور برتری عطا کی ہے۔ فرنگی جنگ کے ارادے سے فوج کے ساتھ ہماری طرف آ رہے ہیں۔ ان کا ارادہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا ہے۔ دربند۔ تربیلہ اور امب میں ان کے لشکر موجود ہیں۔ بہت سے خوانین اور رؤسا فرنگیوں کے ساتھ اپنے اخلاص کا اظہار کر رہے ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کی حمایت و رفاقت نہ صرف آپ پر بلکہ تمام کلمہ گویوں اور دین حق کے خیر خواہوں پر فرض ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خاطر شاہزادہ مبارک شاہ کی حمایت کریں۔ دین کی عزت کا پاس مومنوں کے لئے ہے۔ خدا کی بارگاہ سے اس نیکی کی جزا ملے گی۔ اگر مسلمان دین کی عزت کا پاس نہ کریں گے تو دشمنوں کے ہاتھ سے سخت تکلیفیں اٹھائیں گے۔

حضرت اخوند صاحب نے یہ مکتوب پڑھ کر فرمایا۔ اس وقت بے شک مذہبی جنگ درپیش ہے۔ شہزادہ مبارک شاہ مومنوں کا سردار ہے۔ امارت اس کی مسلّم ہے اور سادات پہلے ہی سے سرداری کے منصب پر فائز چلے آتے ہیں۔ (سرگذشت مجاہدین صہ ۳۲۵، ۳۲۶)

---

۱۸ اکتوبر ۱۸۶۳ء ۱۲۸۰ھ کو جنگ امبیلہ کا آغاز ہوا۔ جنرل چیمبرلین انگریزی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔ مجاہدین بڑی جانبازی، شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑے۔ مجاہدین اور انگریزی فوجوں میں دس بارہ معرکے بڑے زور کے ہوئے۔ حضرت اخوند صاحب کو اس جنگ کی اطلاع خط کے ذریعے سے پہلے ہی دی جا چکی تھی۔ انہوں نے اپنے علاقے میں جہاد کا اعلانِ عام کر دیا۔ اور اپنے معتقدین کو حکم دیا کہ ہر شخص ہتھیار اور کھانے پینے کا سامان لے کر فوراً میدانِ جنگ میں پہنچ جائے۔ اخوند صاحب نے سیدو شریف سے روانہ ہو کر مینگورہ میں قیام کیا۔ اور وہاں نمازِ جمعہ کے بعد ایک خطبہ دیتے ہوئے جہاد کی اہمیت اور فضائل بیان کئے۔ اور اسی خطبے میں اعلان کیا کہ اگر انگریز اس علاقے پر قابض ہو گئے تو میں اس ملک کو چھوڑ کر ہجرت کر جاؤں گا۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد صہ ۵۵۰)

انگریزوں کو سب سے بڑھ کر اندیشہ یہ تھا کہ کہیں اخوند صاحب سوات مجاہدین کا ساتھ دینے کے لئے تیار

نہ ہو جائیں۔ بونیر و سوات یا دوسرے خطوں اور میدانی علاقے ہیں ان کا اثر رسوخ بہت زیادہ تھا۔ اخوند صاحب ہم گیر قبائلی ہیجان کو دیکھ کر خاموش نہ بیٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ وہ بھی موقع پر پہنچ گئے۔ اور ان کی وجہ سے قبائلی جوش و خروش میں مزید تندی اور تیزی پیدا ہوگئی۔ (سرگذشت مجاہدین ص ۳۴۳)

مجاہدین اور انگریزی فوجوں کے درمیان تین معرکے ہو چکے تھے کہ حضرت اخوند صاحب نے ۲۶ ر اکتوبر ۱۸۶۳ء کو چار ہزار پیادہ سرفروش اور ایک سو بیس سواروں کے دستے کے ساتھ محاذ جنگ امبیلہ پہنچ کر وہاں کی مسجد میں قیام فرمایا۔ امیر المجاہدین مولانا عبد اللہ صاحب اور شہزادہ مبارک شاہ صاحب نے آپ سے مسجد میں ملاقات کی۔ جماعت مجاہدین کے عقائد کے بارے میں انگریزوں اور ان کے بدنہاد حامیوں نے پورے علاقہ میں چونکہ بہت گمراہ کن پروپیگنڈہ کر رکھا تھا۔ اس لئے امیر المجاہدین مولانا عبد اللہ نے اخوند صاحب سے ملاقات کرتے ہی نہایت دلفگاری سے عرض کیا۔ کہ سب سے پہلے آپ میرے عقائد سن لیجئے تاکہ میرے مذہب کی حقیقت آپ پر واضح ہو جائے۔ ان کے عقائد سن لینے کے بعد اخوند صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں اور ہر وقت آپ کا خیر خواہ ہوں پھر محبت سے گلے لگا کر فرمایا کہ آج میرے اور آپ کے ناموس پر حملہ ہوا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم مل کر انگریزوں سے لڑیں۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵۷)

انگریزوں نے مجاہدین کے عزم و استقلال کو دیکھا تو محسوس کر لیا کہ مجاہدین سے توپ و تفنگ سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا انھوں نے مکاری، فریب اور پھوٹ ڈالنے کے حربوں سے کام لینا شروع کیا۔ انہوں نے باجوڑ، دیر اور بنیر کے خوانین کو خرید لیا۔ ان کے قبائلیوں نے ہمت ہار دی اور واپس جانے لگے۔ اسی اثنا میں انگریز کمشنر نے ایک خط میں حضرت اخوند صاحب کو بھی لکھا کہ:

"آپ کیوں لوگوں کو ناحق قتل کرا رہے ہیں۔ برطانیہ کی طاقت بہت بڑی ہے یہ لوگ ان کے نئے آلات حرب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ درویش ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ گوشہ نشینی اختیار فرمائیں۔ ہم تو صرف مجاہدین کو ملک سے نکالنا چاہتے ہیں۔"

حضرت اخوند صاحب نے کمشنر کو جواب میں لکھا کہ:

"بے شک آپ قوی ہیں۔ لیکن آپ سے بھی زیادہ ایک قوی اور منصف ہستی موجود ہے۔ جس نے اصحاب فیل کو ابابیلوں سے تباہ کرایا، نمرود کو مچھر سے ہلاک کرایا۔ بلاشبہ میں فقیر ہوں۔ آپ کیوں بار بار فقیروں پر چڑھائی کرتے ہیں یہ طرز عمل آپ کی حکومت کی شان کے خلاف ہے" (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵۸)

۔۔۔ دسمبر ۱۸۶۳ء کو انگریزی فوج اور مجاہدین کے درمیان ایک خونریز معرکہ ہوا۔ لیکن باجوڑ، دیر اور بونیر کے خوانین کی بے وفائی سے انگریزوں کو تقویت حاصل ہوگئی۔ اور وہ شکست فاش سے بچ گئے۔ اسی جنگ میں پلڑا ان کا پلہ بھاری نظر آرہا تھا۔ انگریزوں نے کئی بار حضرت اخوند صاحب کو ہتھیار ڈالنے کے پیغام بھیجے لیکن آپ نے ہر بار انکار کیا اور فرمایا:

"ہم تو خدا کی راہ میں جہاد کرنے نکلے ہیں لہٰذا شہید ہو جائیں گے۔ ہمارے لئے شہادت سے زیادہ کوئی سعادت ہی نہیں ہے۔ ہم ملک گیری یا دنیاوی مفاد کے لئے نہیں لڑتے اپنے وطن کی حفاظت اور فطری حق آزادی کے تحفظ کے لئے لڑنا تو ہمارا فرض ہے خدا ہمارے ساتھ ہے۔"

اخوند صاحب ایک چٹان پر مورچہ بنائے ہوئے [illegible] تھے۔ امبیلہ کے محاذ پر ہندوستانی مجاہدین اور چند عقیدت مند صاحب سوات کے گرد حلقہ باندھے ہوئے بے سروسامانی کے عالم میں لڑ رہے تھے۔ اس معرکے میں جانباز مجاہدین انجام سے بے نیاز ہو کر پوری بے جگری اور مردانگی سے برٹش فوجوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ قبائلی پٹھانوں نے بے سروسامانی کے عالم میں گوریلا جنگ کے وہ جوہر دکھائے کہ انگریزوں کا فاتحانہ غرور خاک میں مل گیا۔ پہلے حملے میں برطانوی فوج جو تربیت یافتہ تھی اور ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس تھی ایسی منہ کی کھانی پڑی کہ بقول ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر "آگے بڑھنا ناممکن تھا اور پیچھے ہٹنا شکست سے بدتر۔"

(تاریخ سوات، محمد آصف خان، ص ۳۸۲ تا ۳۹۳ ملخصاً)

مجاہدین اگرچہ دشمن کے مقابلے پر بہت تھوڑے تھے تاہم وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح استوار کھڑے تھے انگریزی فوجیں نمودار ہوئی تو مجاہدین نے پہلے ایک باڑ ماری پھر ہر طرف سے توپیں اور بندوقیں آگ اگلنے لگیں۔ پورا میدان دھوئیں سے تیرہ و تار ہو گیا۔ مجاہدین نے تلواریں علم کیں اور دشمن پر ٹوٹ پڑے ان کی مثال وہی تھی جیسے پروانے شمع پر گرتے ہیں۔

بہر حال مجاہدین نے راہ حق میں اس طرح جانیں دیں کہ اخوند صاحب سوات کوتل پہ بیٹھے اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور بے قراری سے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ ہر ایک سے کہتے کہ جاؤ ان بہادروں کی امداد کرو۔ اور کبھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے

الٰہی بدہ فتح اسلام را بکن غرق خصم بد انجام را

مجاہدین سب کے سب شہادت سے سرفراز ہوئے۔ مجاہدین نے اپنے خونِ حیات سے امبیلہ کے میدان میں

جو نقش مرتسم کیا وہ زمانے کی گردش سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا اور انشاء اللہ تاقیامت محفوظ رہے گا۔

سرگذشت مجاہدین، غلام رسول مہر صد۳۱۷ تا ۳۴۷

بحوالہ غزائے بونیر۔ از مولانا عبدالحق صد ۱۳۰ تا ۱۴۲

اس جنگ میں تین ہزار مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔ ناقابل تسخیر صورت حال دیکھ کر ۲۷ دسمبر ۱۸۶۳ء کو انگریزوں نے مجبوراً صلح کی درخواست پیش کی۔ جسے اخوند صاحب نے مصلحت وقت کے تحت اس شرط پر قبول کر لیا کہ انگریزی فوج فوراً واپس چلی جائے۔ حضرت اخوند صاحب کے مجاہدانہ استقلال اور سرفروشی کے مضبوط عزائم نے بالآخر انگریزی فوج کو سوات اور بونیر کی سرحدوں سے نامراد واپس چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ امبیلہ کی اس لڑائی کے بعد انگریزوں کو پھر کبھی یہ ہمت نہ ہوئی کہ سوات اور بونیر کی تسخیر کے لئے فوج کشی کریں۔

مؤلف تاریخ سوات لکھتے ہیں:

"اگرچہ انگریزی فوج نامراد واپس ہوئی لیکن بونیر والوں کی غداری کی وجہ سے صاحب سوات ان سے کچھ افسردہ خاطر گئے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ " اگر بونیر والے غداری نہ کرتے تو انگریزوں کا انجام کچھ اور ہوتا" صد۹۱

حضرت اخوند صاحب سوات کی حیات مبارک امام المجاہدین حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کی جماعت مجاہدین کے جذبۂ جہاد اور ذوق عمل کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

مؤلف تاریخ سوات نے صاحب سوات کی زندگی کے جو پانچ مقاصد بیان کئے ہیں ان سے اس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ وہ پانچ مقاصد حسب ذیل ہیں:

۱۔ تجدید دین اسلام اور پٹھانوں کی اخلاقی اصلاح۔
۲۔ جہل بدعات اور باطل رسومات کا انسداد۔
۳۔ سوات اور بُونیر کے لئے حکومت الٰہیہ کا قیام۔
۴۔ سوات اور بُونیر کو انگریزی سیلاب سے بچانا۔
۵۔ صوبہ سرحد کو انگریزی تسلط سے آزاد کرانا۔

اس میں شک نہیں کہ آپ زندگی کے مذکورہ اول چار مقاصد میں کامیاب بھی ہوئے مؤخر الذکر کی تکمیل کے لئے تیاریوں میں مصروف ہی تھے کہ دنیا سے کوچ کرنے کا وقت آ گیا۔ اور اگر زندگی وفا کرتی تو آپ امیر شیر علی خاں (والی کابل) سے

مل کر انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے والے تھے۔ ص۹۰

---

۷ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء کو چوراسی سال کے شب و روز گزار کر زہد و شجاعت کا یہ آفتاب عالمتاب غروب ہوگیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء کرام بھی جذبۂ جہاد سے سرشار رہے۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کئے رکھا۔ مولانا نجم الدین ہڈے ملاؒ (۱۳۱۹ھ ۱۹۰۱ء) اور مولانا عبدالوہاب صاحب پیر مانکی شریف (۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء) اس سلسلے میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت ہڈے ملاؒ اپنے مرشد گرامی کے وصال کے بعد ۱۸۷۷ء سے ۱۹۰۱ء تک تقریباً پچیس سال تک ان تمام لڑائیوں میں شریک رہے جو انگریزوں اور قبائلی مسلمانوں کے درمیان ہوئیں۔ پیر مانکی صاحب حضرت اخوند صاحب کے ہمراہ جنگ امبیلہ میں شریک تھے۔ حضرت ہڈے ملا کے سلسلہ میں حاجی فضل واحد ترنگ زئی (م ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء) کا نام نامی بہت ممتاز ہے۔ حاجی صاحب ترنگ زئی نے بھی جہاد کی روایت کو قائم رکھا اور عمر بھر انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے اور ایک مجاہد اسلام کی زندگی بسر کی۔

برصغیر کی مشہور تحریک ریشمی رومال کے بھی آپ سرگرم کارکن اور مجاہد تھے۔ امیر تحریک حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن صاحبؒ سے باقاعدہ آپ کا رابطہ اور راز و نیاز تھا۔ حاجی صاحب ترنگ زئی اور سنڈاکی ملا صاحب دونوں کا تعلق حضرت شیخ الہند کی تحریک کے ساتھ تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے زمانہ اسارت مالٹا میں تحریک ریشمی رومال کے قائد و امیر قطب ربانی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہٗ (۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء) کے مرشد اول حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری بھی حضرت اخوند صاحب سوات کے خلفاء عظام میں سے تھے۔

علاوہ ازیں اخوند صاحب سواتؒ کے چند مشہور خلفاء ہیں۔

۱۔ حضرت کربوغو ملا صاحب
۲۔ حضرت مولانا حمید اللہ صاحب اسوٹہ
۳۔ حضرت اخوندزادہ فیض محمد معروف
۴۔ حضرت مولانا مسعود صاحب ساکن موضع نری اوبہ
۵۔ حضرت قاضی سلطان محمود صاحب اعوان شریف۔ گجرات
۶۔ حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب ہادی دہلوی۔
۷۔ حضرت شاہ فضل اللہ الہ آبادی۔ مدفون حیدر آباد دکن۔